السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، لہٰذا یہ ضعیف حدیث قابل عمل ہو سکتی ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ۔ امام بخاری رحمہ اللہ۔ امام مسلم رحمہ اللہ۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ۔ ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقا احکام کے بارہ میں ہو یا فضائل میں ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے، قواعد التحدیث صفحہ نمبر ۱۱۳۔

وقد اخطاء من قال انہ یجوز التساھل فی الاحادیث الواردة فی فضائل الاعمال، وذلک لان الاحکام الشرعیة متساویة الاقدام، لا فرق بین واجبھا محرمھا ومسنونھا ومکروھھا ومندوبھا فلا یحل اثبات شئ منھا الا بما تقوم بہ الحجة، والا فھوم التقول علی اللہ بما لم یقل ومن التجری علی الشریعة المطھرة بادخال مالم یکن منھا فیھا وقد صح تواترا ان النبی ﷺ قال من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ فھذا الکذاب الذی کذب علی رسول اللہ ﷺ محتسبا للناس بحصول الثواب لم یربح الا کونہ من اھل النار مقدمة تفسیر فتح البیان ص ۱۷))

یعنی جو شخص فضائل اعمال میں واردشدہ احادیث کے بارہ میں تساہل کو جائز سمجھتا ہے، اس نے غلطی کی ہے، کیونکہ شرعی احکام برابر ہیں۔ واجب، محرم، مسنون ومکروہ اور مندوب میں سے کسی کو بھی، جس کے ساتھ حجت و دلیل قائم ہو سکتی ہے، اس کے بغیر کے ساتھ ثابت کرنا حلال نہیں ہے، ورنہ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور شریعت مطہرہ میں اس چیز کو داخل کرنے کی جسارت ہوگی۔ جو اس میں نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے، کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا۔ وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے، پس یہ جھوٹا آدمی جس نے رسول اللہ ﷺ پر ثواب حاصل کرنے کی خاطر جھوٹ بولا ہے، دوزخ والوں میں ہونے کے سوا کسی نفع کو حاصل نہ کر سکا۔''

بعض ائمہ کے نزدیک چند شروط کے پائے جانے کے بعد ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، (احدھا) ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ نقل العلائی الاتفاق علیہ۔ (الثانی) ان یندرج تحت اصل معمول بہ (الثالث) ان لا یعتقد عند العمل بہ ثبوتہ بل یعتقد الاحتیاط قواع التحدیث ص ۱۱۶ (الرابع) ولسی ھناک مایعارضہ ویرجح علیہ)) (ظفر الامانی ص ۱۰۵

پہلی شرط یہ ہے کہ اس حدیث کا ضعف سخت نہ ہو۔ اس شرط کے لحاظ سے اُس حدیث پر عمل نہ ہوگا۔ جس کا راوی کذب یا متہم بالکذب یا بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ضعیف حدیث (رسول اللہ ﷺ کے) کسی معمول بہ اصل کے تحت آسکے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ ہو۔ بلکہ اس میں احتیاط ملحوظ خاطر ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ کوئی صحیح حدیث اس کے مخالف و معارض نہ ہو۔

ان شروط کو مدنظر رکھ کر ابو شیبہ کی حدیث کو ملاحظہ کیجئے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ اصولاً یہ حدیث فضائل اعمال میں بھی مقبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا راوی ابو شیبہ جھوٹا یا متہم بالکذب ہے جیسا کہ امام شعبہ کے کلام سے پہلے معلوم ہو چکا۔

(اور یہ حدیث نہایت ضعیف اور کمزور ہے، ابن حجر ہیثمی اور دیگر ائمہ کے کلام سے صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ ((وقد صرح السبکی بان شرط العمل بالحدیث الضعیف ان لا یشتد ضعفہ)) (الفتاویٰ الکبری للہیثمی ص ۱۹۵ ج ۱

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ (تراویح) نہیں پڑھا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم۔ اس کے مخالف و معارض موجود ہے، حافظ بن حجر عسقلانی۔ ابن ہمام حنفی۔ امام زیلعی حنفی۔ علامہ محمد طاہر حنفی مولانا احمد علی حنفی وغیرہم نے اس مخالفت و معارضت کا واضح طور پر ذکر کیا ہے، ایک شرط یہ تھی کہ عمل کے وقت ثبوت کا اعتقاد نہ ہو۔ یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے، عدم ثبوت کا اعتقاد کو کجا۔ بیس رکعت تراویح کو سنت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور بیس رکعت کو سنت نہ سمجھنے والے کو طرح طرح کے برے القاب سے پکارا جاتا ہے، بلکہ تبدع، ضال اور مردود الشہادة تک کہنے سے نہیں شرماتے۔

الفوائد السمیة فی شرح النظم المسمی بالفوائد السنیة فی فروع الفقہ علی مذہب الامام ابی حنیفة النعمان ص ۱۱۲ ج ۱)) میں ہے۔ ((فمنکرھا مبتدعی ضال مردود الشھادة)) (العیاذ باللہ) یہ کتاب المجلس کراچی میں موجود ہے۔))

دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے:

اس ضعیف حدیث سے احناف کے دعویٰ کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ ان کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں فی غیر جماعت کا لفظ بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو، السنن الکبری بیہقی صفحہ ۲۹۶ جلد ۲۔ یعنی تنہا پڑھا کرتے تھے، اس لفظ کے ہوتے ہوئے مقلدین احناف کا دعویٰ کہ بیس رکعت تراویح باجماعت سنت موکدہ ہے، کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اس ضعیف حدیث کے بھی عملاً حنفی خلاف ہیں۔ بیس رکعت تراویح باجماعت کو سنت نبویہ قرار دینا باطل اور غلط ہے، کیونکہ آج تک تمام احناف صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کرسکے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بیس رکعت باجماعت ادا کی ہو یا حکم دیا ہو۔

اسوۂ مصطفی وسنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی واتباع میں خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۴ ھ میں اسلامی حکومت کے تمام شہروں میں قیام رمضان اور گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم نافذ فرمایا۔

((وھواول من سن قیام رمضان وجمع الناس علی ذلک کتب بہ الی البلدان وذلک فی شھر رمضان سنۃ الرابع عشرۃ۔ الطبقات الکبری لابن سعد ص ۲۸۱ ج ۳))

(عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب، ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ)) (مؤطا امام مالک ص ۴۰))

''یعنی سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم کیوں دیا تھا۔

((قال الباجی لعل عمر رضی اللہ عنہ اخذ ذلک من صلوۃ النبی ﷺ))

(شرح زرقانی صفحہ ۲۳۸۔ جلد ۱۔ تنویر الحوالک صفحہ ۱۳۸۔ جلد ۱)

''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی نماز (تراویح) سے اخذ کیا تھا۔''

اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے اسی گیارہ رکعت کو اختیار کیا ہے، چنانچہ ابو بکر محمد بن الولید الطرطوشی لکھتے ہیں۔

(وقال مالک والذی اخذ بہ فی نفسی فی قیام شھر رمضان الذی جمع عمر علیہ الناس، احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر وھی صلوۃ النبی ﷺ)) (کتاب الحوادث والبدع ص ۵۶))

(ابن العربی مالکی لکھتے ہیں۔ ((فانہ کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ وھی کانت وظیفتہ الدائمۃ)) (احکام القرآن ص ۱۸۶۶ ج ۴

(والصحیح ان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ صلوۃ النبی علیہ السلام وقیامہ، فاما غیر ذلک من الاعداد فلا اصل لہ)) (عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۱۹ ج ۴))

''یعنی صحیح یہ ہے کہ تراویح گیارہ رکعت پڑھی جائے، جو کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی اس کے علاوہ تعداد (رکعات) کا کوئی اصل و ثبوت نہیں ہے۔''

(فقط والسلام۔ ۱۳ شعبان ۱۳۹۶ھ (کرم الدین السلفی، مدرس دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد06ص 363-368

محدث فتویٰ